OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.8 Issue 9 June 2021

منطوق صریح کی دلالات-فتاویٰ علمائے حدیث کی روشنی میں

Inferring the Meaning of Clearly Quoted Divine Orders in the Light of Fatawa Ulama Hadees

Hafiz Abdur Rehman
Ph.D Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.

Dr. Hafiz Muhammad Abdul Qayyum
Associate Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.

Abstract: Quran and Sunnah are the main sources of guidance for all mankind. It is immensely needed to understand the subject sources for the guidance of humans. Arabic language is the language of Quran and Sunnah. The one who wants to know the correct interpretation of *shariyah* (divine way of life) must have deep knowledge of the basics of the language such as conjectures, proverbs and foundation of Arabic language. The set principles of extraction of meaning from the words are known as the study of *Dalalaat* (inferring the meaning) in *Usool Fiqh* (Principles to understand Quran and Hadees). Sometimes, the meaning of the word is meant which is directly derived from the words and sometimes, faqeeh has to extract such explanation of text which is not clearly seen and often, between the lines, a silent message is intended to be delivered in divine orders. Hence, it is a long chapter in *Usool Fiqh*. In this brief article, many kinds of *Dalalaat* of *Mantooq Sareeh* (meaning of clearly quoted divine orders) in the light of interpretation of Ahal Hadees scholars are going to be described.

قرآن و سنت تمام انسانیت کے لئے سر چشمہ ہدایت ہیں۔اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بندے اس میں غور و فکر کریں اور اسے سمجھ سکیں۔قرآن و سنت کی زبان چونکہ عربی ہے لہٰذا پیغامِ الٰہی سے درست واقفیت حاصل کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ عربی زبان کے اسالیب، محاورات اور باریکیوں سے واقف ہو۔اصول فقہ میں دلالات کی بحث لغتِ عرب کے انہی قواعد سے متعلق ہے۔شرعی نصوص سے اخذ واستنباط کرتے ہوئے مجتہد عربی زبان کے جن اصولوں کی پاسداری کرتا ہے اسے دلالات / علم استدلال کہتے ہیں۔عربی ایک وسیع اور جامع زبان ہے جس کے الفاظ کی بسا اوقات وہ دلالت مطلوب ہوتی ہے جو براہ راست لفظوں سے حاصل ہو اور کبھی لفظوں کی تہہ میں چھپے معانی مجتہد کو درکار ہوتے ہیں اور کئی دفعہ بولے گئے الفاظ کے ساتھ وابستہ خاموشی بھی استدلال میں مفید ہوتی ہے۔دلالات کی یہ بحث ایک لمبی بحث ہے چنانچہ اس آرٹیکل میں منطوق صریح مفرد کی دلالات کو برصغیر کے علمائے اہل حدیث کے فقہ و فتاوی کی نظر میں پرکھا جائے گا۔

منطوق صریح

لغت میں نطق سے مراد بولنا، گفتگو کرنا اور کلام کرنا ہے۔(1) منطوق سے مراد وہ کلام ہے جو متکلم ادائے معنی یا اظہار مافی الضمیر کے لئے ادا کرتا ہے۔وہ معنی بھی منطوق کہلاتا ہے جس پر منطوق (بولا ہوا کلام) دلالت کرتا ہے۔صریح، صرح یصرح صراحۃ سے مشتق ہے۔اس کا معنی صاف، واضح، بے غل و غش اور ہر طرح کی آمیزش سے پاک ہونا ہے۔(2) چنانچہ منطوق صریح سے مراد وہ کلام ہے جو اپنی لفظی دلالت میں بالکل واضح صاف اور کھرا ہو یعنی کلام کے الفاظ سے اس معنی کو معلوم کرنا ایک عالم کے لئے چنداں مشکل نہ ہو۔منطوق صریح کی دو حالتیں ہیں، ایک افرادی حالت جس میں اسم فعل یا حرف کی دلالت کو انفرادی طور پر دیکھا جاتا ہے اور دوسری اسماء، افعال اور حروف کو کلام اور جملوں میں پرو کر ان کی دلالت پر بحث کی جاتی ہے۔

منطوق صریح مفرد

منطوق صریح مفرد سے مراد کلام کی وہ دلالت ہے جو الفاظ سے براہِ راست حاصل ہو اور جب یہ دلالت جملوں اور کلام کی مجموعی ترکیب کے بجائے صرف مفرد لفظ سے ہی حاصل ہو جائے تو اسے منطوق صریح مفرد کہتے ہیں۔جمہور نے اس دلالت کو قوت، وضوح اور خفا کے اعتبار سے نو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

متباین، مترادف، مشترک، حقیقت، مجاز، عام، خاص، مطلق، مقید

متباین:

لغت میں تباین "دوری، فصل، بُعد اور دو چیزوں کے درمیان فرق" کو کہتے ہیں۔(3) اصطلاح میں تباین کی تعریف یوں کی گئی ہے: اللفظ الذی لیس لہ الا معنی واحد معلوم بحیث ان لا یکون للفظہ غیر هٰذا المعني احترازا عن الاشتراك والمجاز ولا معناه غير هٰذا اللفظ احترازا عن الترادف(4)

متباین سے مراد وہ لفظ ہے جس کا صرف ایک ہی معنی معلوم ہو یعنی اس لفظ کے لئے مشترک اور مجاز کی طرح کوئی دوسرا معنی نہ ہو اور نہ ہی مترادف کی طرح اس معنی کے لئے کوئی دوسرا لفظ لغت میں موجود ہو۔

متباین کی دلالت:

متباین چونکہ ایسا لفظ ہے جو اپنے معنی اور لفظ میں واحد اور یکتا ہوتا ہے لہٰذا اس کی دلالت بھی قطعی ہے۔

مثال: متباین کی سب سے اہم مثال اسمائے اعداد ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ (5) اس کے رب سے ملاقات کا وقت چالیس راتوں میں مکمل ہوا۔ مذکورہ آیت میں 'چالیس' اسمِ عدد اور متباین ہے لہٰذا چالیس (اربعین) کی دلالت قطعی ہے جس سے کم یا زیادہ مراد نہیں لئے جا سکتے۔

مترادف:

ترادف لغت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونے کو کہتے ہیں، جب اس کی نسبت کلمات کی طرف ہو تو اس سے مراد کلمات کا ہم معنی ہونا ہے(6) اصطلاح میں مترادف سے مراد ہے:

الذي يتعدد لفظه و يتحد معناه(7) مترادف وہ لفظ ہے جس میں معنی ایک ہو لیکن اس کے الفاظ متعدد ہوں۔

مترادف کی دلالت:

مترادف الفاظ کے معنی میں اگر کوئی فرق موجود نہیں یا فرق تو موجود ہے لیکن وہ شرعی حکم میں اثر انداز نہیں ہوتا تو ایک مترادف کا دوسرے کی جگہ استعمال بھی درست ہے اور اس کی اپنے معنی پر دلالت بھی قطعی ہو گی۔

مولانا ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

دلالة الكلمات المترادفة علىٰ معانيها لاتحاد المعنى ويجوز اطلاق كل واحد من المترادفين على الأخر فى الكلمات الشرعية ان لم يكن هناک مانع شرعى(8)

مترادف کلمات کی اپنے معانی پر دلالت، معنی ایک ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اور اگر کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو تو ایک مترادف کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مثال: مولانا شمس الحق عظیم آبادی (ت: 1937ء) سے سوال کیا گیا 'ضأن' کا اطلاق صرف دنبہ پر ہوتا ہے یا بھیڑ اور دنبہ دونوں اس کے حکم میں شامل ہیں؟ مولانا موصوف نے فرمایا: "دنبہ و بھیڑ ایک جنس ہے اور اطلاق ضأن کا دنبہ و بھیڑ دونوں پر صحیح ہے۔ قال في لسان العرب: (ضأن من الغنم ذوالصوف)ضان اون والی بھیڑ میں سے ہے وفي مصباح المنير:(الضأن ذوات الصوف من الغنم)ضان اون والی بھیڑ میں سے ہے۔ پس ذو صوف ہونے میں دونوں مشترک ہیں، دونوں سے اشیاء پشمینہ تیار ہوتی ہیں اور جس طرح سے دنبہ چھ ماہ کے بعد جوان ہو جاتا ہے قابل جفت کھانے کے، ویسا ہی بھیڑ بھی چھ ماہ کے بعد جوان ہو جاتا ہے۔ پس بھیڑ کو جنس دنبہ سے الگ مان کر بھیڑ کو ضأن میں داخل نہیں کرنا اور دنبہ کو داخل کرنا خلاف تفسیر اہل لغت ہے۔"(9)

ادلہ مذکورہ کی بنا پر مولانا شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ضأن کے مدلول دنبہ اور بھیڑ کو مترادف قرار دیا ہے، لہٰذا دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

مشترک:

لغت میں مشترک، اشتراک سے اسم فاعل ہے، اشتراک کا معنی اکٹھا، مجتمع اور مشترک ہونا ہے، اسی طرح متبادل، عام، مروجہ، متحد اور باہمی کے معنی میں بھی مشترک مستعمل ہے۔(10) اصولیوں کی اصطلاح میں مشترک کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: اللفظ الذى وضع باوضاع متعددة لمعان متعددة و متضادة واستمر مستعملا فى جميعها حقيْقة وعلى السواء(11)

مشترک سے مراد وہ لفظ ہے جو متعدد اور متضاد لفظی معانی کے لئے وضع کیا گیا ہو نیز ان تمام معانی میں اس کا استعمال برابر ہو اور بطور حقیقت ہو۔

مشترک کی شروط:

علمائے اصول نے مشترک کی چند شروط متعین کی ہیں:

1۔ مشترک کے لیئے ضروری ہے کہ اسے اپنے تمام معانی کے لئے حقیقی طور پر وضع کیا گیا ہو۔

2۔ تمام معانی پر مشترک کی دلالت ایک جیسی ہو۔ایک معنی پر کم دلالت اور دوسرے پر زیادہ دلالت نہیں ہونی چاہئے۔

3۔ مشترک سے حاصل ہونے والے معانی آپس میں متضاد ہوں۔(12)

اصولیوں کی ان شروط کا التزام نہایت ضروری ہے کیونکہ مشترک لفظ اگر حقیقی طور پر ایک سے زیادہ معانی نہیں رکھتا بلکہ ایک معنی حقیقی اور دوسرا مجازی ہے تو وہ لفظ حقیقت و مجاز کے زمرے میں آئے گا نیز اگر اس کی دلالت ایک جیسی نہیں تو بھی وہ حقیقت و مجاز کی فہرست میں شامل ہو جائے گا اور اگر اس کے معانی آپس میں متضاد نہیں بلکہ ہم معنی ہیں تو اسے مترادف میں شامل کر دیا جائے گا لہٰذا ان شروط پر پورا اترنے کے بعد ہی کسی لفظ کو مشترک سمجھا جائے گا۔

مشترک کی دلالت:

مشترک کی دلالت اجمالی ہوتی ہے جس کی تفسیر دیگر قرائن سے کی جاتی ہے۔اہل حدیث کے نزدیک جب ایک لفظ ایک سے زیادہ متضاد معانی پر ایک ہی وقت میں یکساں دلالت کرے تو اس کے تمام معانی کو بیک وقت مراد نہیں لیا جا سکتا۔بلکہ ایک معنی کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی لیکن اس ترجیح کے لئے دلائل کی ضرورت ہو گی۔اس اصول کی پشت پر فقہاء کا یہ اصول کارفرما ہے:(النصوص یفسر بعضھا بعضا)نصوص ایک دوسرے کی تشریح و توضیح کرتی ہیں۔

مثال: دو متضاد معانی میں سے ایک کو ترجیح دینے کے لئے بھی علماء نے اسی اصول کے تحت دیگر نصوص کی چھان بین کی ہے جیسے 'ظن' ایک مشترک لفظ ہے جو بیک وقت علم و یقین اور شک و وہم دو متضاد معانی کے لئے بولا جاتا ہے۔بعض لوگوں نے خبرِ واحد کو اس لفظ کی وجہ سے مشکوک اور ناقابل اعتبار قرار دیا کہ وہ ظنی میں ظن سے مراد محض شک اور وہم سمجھ بیٹھے۔حالانکہ ایسے مشترک لفظ میں اصل اعتبار قرائن کا ہوتا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ لفظ 'ظن' علم و یقین میں استعمال ہوتا ہے اور شک و تخمین کے مفہوم میں بھی بولا جاتا ہے۔انحصار قرائن پر ہے، جیسے قرائن ہوں گے ویسے ہی معانی میں استعمال ہو گا"(13)

حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ظن کے چار معانی بیان کئے ہیں:

1۔ یقین

2۔ ظن غالب، جسے قرآن نے علم کہا ہے، ایسے ظن کو یقین بھی کہتے ہیں۔

3۔ شک اور وہم

4۔ جھوٹ(14)

مذکورہ بالا تمام معانی کی تعیین سیاق وسباق اور دیگر قرائن سے ہی کی جائے گی۔

حقیقت:

لغوی طور پر حقیقت کا لفظ 'حق' سے مشتق ہے، حق کے لغوی معنی "ٹھیک، صحیح، سچ اور ثابت" ہیں(15) حقیقت کی اصطلاحی تعریف کرتے وقت اصولیوں نے کبھی لفظ کے استعمال کو مد نظر رکھا ہے اور کبھی مستعمل لفظ کے اعتبار سے حقیقت کی تعریف کی ہے، دونوں انداز درست ہیں:

پہلی تعریف: استعمال اللفظ فی المعنی الذی وضع لہ فی اصطلاح التخاطب(16) لفظ کو مخاطب کی اس اصطلاح کے مطابق استعمال کرنا جس کے لئے اسے وضع کیا گیا ہے۔

دوسری تعریف: اللفظ المستعمل فی ما وضع لہ(17) وہ لفظ جو اسی معنی میں مستعمل ہو جس کے لئے وہ بنایا گیا ہو۔

حقیقت کی دلالت:

حقیقت ومجاز کے باب میں اہل حدیث کا اصول یہ ہے کہ کسی دلیلِ شرعی کے بغیر لفظ کو اپنے حقیقی معنی میں ہی استعمال کرنا واجب ہے، یعنی کوئی لفظ اپنی لغوی و عرفی حقیقت میں بولا جائے یا شرعی حقیقت میں مستعمل ہو اسے اپنے حقیقی معنی پر محمول کرنا ضروری ہے بشرطیکہ کوئی دوسری دلیل موجود ہو جو اس لفظ کو اپنے حقیقی معنی چھوڑنے پر مجبور کر دے۔

مثال: بسا اوقات نصوص شرعیہ میں استعمال ہونے والے لفظ کے حقیقت پر محمول ہونے کے دلائل زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ ایک مرزائی عالم ڈاکٹر بشارت احمدؒ نے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو دادے کا وارث بنانے کے لئے قرآن سے دلیل پیش کی، لکھتے ہیں: "جہاں تک میں نے غور وفکر اور تحقیقات کی ہے، پوتے کی محرومی غلط ہے، قرآن کریم میں صاف لفظوں میں ارشاد ہے: یوصیکم اللہ فی اولادکم ، للذکر مثل حظ الانثیین(18) اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری

اولاد کے بارے میں، کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو جس کے صاف معنی ہیں کہ زید کی جتنی بھی اولاد ہو، لڑکے ہوں یا لڑکیاں، سب کو زید کے ترکے میں سے حصہ دیا جائے، کوئی وجہ نہیں کہ ایک باپ کی اولاد میں سے ایک شاخ کو حصہ ملے اور دوسری کو نہ ملے"(19)

مولانا ثناءاللہ امرتسری(ت:1948ء)نے مرزائی عالم کے استدلال کی اس غلطی کو حقیقت و مجاز کے اصول سے واضح کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"طریقہ تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ قرآن مجید کے ارشاد(یوصیکم اللہ فی اولادکم)میں اولاد کا لفظ بیٹوں اور پوتوں کو یکساں شامل ہے، یعنی کلی متواطی ہے یا حقیقت و مجاز کی قسم سے ہے؟ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیٹوں اور پوتوں کو اولاد کا حقیقی مصداق جانتے ہیں اسی بناپر ان کا سارا مضمون مبنی ہے"(20)

مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں:

"اولاد کا لفظ پوتے کو حقیقتاً شامل نہیں ہے بلکہ مجازاً ہے جیسا کہ آج کل ہم انسانوں کو یا بنی آدم کا لفظ شامل ہے، پس نتیجہ صاف ہے کہ جو لڑکا بلاواسطہ اولاد کا مصداق ہے وہ بالواسطہ اولاد سے مقدم ہوگا کیونکہ وہ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہے"(21)

چنانچہ قرینہ صارفہ شرعیہ کے بغیر حقیقت کو مجاز کی جانب پھیرنے کی مرزائی عالم کی غلطی کا مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے دلالات کے اصول سے تعاقب کیا۔

مجاز:

مجاز،جاز یجوز سے مصدرِ میمی یا اسم ظرف ہے جس کا معنی محلِ جواز ہے یعنی ایسا لفظ جس کی دلالت میں حقیقت سے ہٹنے کا جواز موجود ہو۔ اصطلاحاً مجاز کی تعریف یوں ہے: اللفظ المستعمل او استعمال اللفظ فی غیر ما وضع لہ من المعنی لعلاقۃ بینہ و بین المعنی الحقیقی و لقرینۃ صارفۃ عن ارادۃ المعنی الحقیقی الیٰ المعنی المجازی(22)

مجاز سے مراد لفظ کو اس معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال کرنا ہے جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے۔البتہ اس معنی مجازی اور معنی حقیقی میں مناسبت ہونا لازم ہے اور معنی حقیقی سے معنی مجازی کی طرف کی لفظ کو پھیرنے کے لئے کسی قرینہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

مجاز کی دلالت:

مجاز اپنے مدلول پر اس وقت دلالت کرے گا جب اس کی حقیقت کے ساتھ معنوی طور پر کوئی مناسبت مسلم ہو گی نیز حقیقی معنی کو مجاز کی طرف موڑنے کے لئے کوئی شرعی قرینہ موجود ہو گا وگرنہ مجاز کی دلالت ثابت نہیں۔استدلال کے اس طریقے کا علمائے اہل حدیث کے فتاوی میں عام مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

مثال:

مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ قرآن کریم میں انبیاء کرام کے قتل سے مراد بالفعل قتل ہے یا ارادہ قتل؟ مولانا جواباً لکھتے ہیں: "قتل سے ارادہ قتل مراد لینا مجاز ہے حقیقت نہیں۔اصول ہے کہ مجاز کے لئے قرینہ و دلیل کی ضرورت ہے۔بلا دلیل و قرینہ مجازی معنی مراد لینا درست نہیں۔مجھے ابھی تک ان مقامات پر قتل سے ارادہ قتل مراد لینے کی کوئی دلیل و قرینہ نہیں ملے"(23)

اصولاً ہر لفظ کی اصل دلالت حقیقت پر مبنی ہے لیکن ایسی دلیل یا قرینہ جسے شارع نے معتبر قرار دیا ہو،اس کی بنا پر لفظ کو اپنی حقیقت سے ہٹا کر مجاز پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔تاہم اسماء و صفاتِ باری تعالیٰ مجاز سے مستثنیٰ ہیں۔اہل حدیث کے نزدیک اسماء و صفات کے متعلق جو الفاظ قرآن و سنت میں وارد ہوئے ہیں ان کا مجازی معنی مراد لینے سے چونکہ شارع نے روک دیا ہے لہٰذا ان کا حقیقی معنی بیان کرنے کے بعد اس معنی کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے یعنی کسی مجازی مثال سے کیفیت بیان نہ کی جائے،ارشاد ربانی ہے:((فلا تضربوا لله الامثال))(24) پس تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں نہ بیان کیا کرو۔

عام:

لغت میں عام، عموم سے مشتق ہے جس کا معنی 'عام ہونا، پھیلنا، ہر جگہ یا ہر فرد کے لئے ہونا' ہے(25) جمہور اصولی عام کا تصور یوں پیش کرتے ہیں: اللفظ الذی وضع فی اللغة لاجل الاحاطة والشمول لجميع الافراد اللتی

يصدق عليها معناه فى مرة واحدة ومن غير حصر فى عدد او من غير تحديد بكمية او من غير تعيين بكيفية(26)عام سے مراد وہ لفظ ہے جو اپنے معنی پر صادق آنے والے تمام افراد پر بیک وقت دلالت کرے نیز ضروری ہے کہ عام کی یہ دلالت ہر طرح کے عددی حصر، تعیین اور اوصاف کی تخصیص سے پاک ہو۔

عام کی دلالت :

عام کے صیغوں،کُلّ، جميع، كافّة ، معشر ، سائر ، مَنْ(شرطیہ،موصولہ،استفہامیہ،نکرہ موصولہ)،مَا (اسم وحرف)، الف لام (لاستغراق الجنس) اور اسالیب کی عموم پر دلالت واجب ہے، جب تک ان کی تخصیص کے لئے کوئی شرعی دلیل متقاضی نہ ہو۔

مثال:

شیخ الکل حضرت نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت اذا نودى الى الصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله کے عموم سے دلیل پکڑتے ہوئے مصر اور غیر مصر میں جمعہ کی نماز کو درست قرار دیا ہے نیز اس حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قول(لا تشريق ولا جمعة الا فى مصر جامع)کو مذکورہ آیت کے لئے قابل استدلال مخصص شمار نہیں کیا کیونکہ اول تو صحابی کا یہ قول اجتہاد و قیاس پر مبنی ہے جس کے ہر حال میں حجت ہونے پر اتفاق نہیں اور دوسرا یہ کہ دیگر صحابہ مثلاً حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال و افعال سے غیر مصر میں جمعہ پڑھنا ثابت ہے۔(27)

عام کی دلالت میں اہل حدیث کے نزدیک یہ اصول بھی مسلم ہے کہ جس عام نص سے صحابہ کوئی خاص مفہوم مراد لیں یا عام حکم پر ایک خاص طریقے سے عمل پیرا ہوں تو صحابہ چونکہ منشاء الٰہی اور نصوص کی دلالت کو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے لہٰذا ان کا اجماعی عمل یا قول عام نص کی تخصیص کے لئے درست متصور ہوگا۔

مثال:

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ زکوٰۃ کا مال ایک ایک دو دو پیسہ کر کے ہفتہ وار غرباء و مساکین اور عام سائلین کو دینا درست ہے یا نہیں، سائل نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ درست اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ اس طرح تقسیمِ زکوٰۃ کا اصل منشاء اسلام یعنی قومی اقتصادی فائدے کا حصول پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ مولانا امرتسری رحمۃ

اللہ علیہ نے جواباً لکھا: " بہ نیت نیک جائز ہے کیونکہ ادائے زکوٰۃ کا حکم عام ہے اس میں کسی قسم کی تنقید نہیں کرنی چاہئے "۔(28) چنانچہ مولانا موصوف نے اصلِ عام کا استعمال کرتے ہوئے عام حکم کو عام رکھنے کا مشورہ دیا ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی پر حاشیہ میں لکھا ہے: "یہ صحیح ہے مگر طریق وہی بہتر ہے جو عہدِ نبوی اور عہدِ خلفائے راشدین وغیرہ وصحابہ وتابعین سے ثابت ہے لہٰذا وہی افضل ہے جو عہد نبوی وصحابہ میں تھا"۔(29)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو ادائے زکوٰۃ کے عام حکم سے اخذ کیا اور ادائیگی زکوٰۃ کے طریقہ کو عام رکھنے کا فتوی دیا۔ لیکن مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عمل عہدِ نبوی اور سلف صالحین کے طریقہ کو دلیل بناتے ہوئے اس طریقہ پر عام نہیں رہنے دیا اور خاص طریقہ سے کرنے کو راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ عام حکم کی صحابہ کے عمل سے تخصیص ہو سکتی ہے۔

خاص:

عام کی تخصیص بالاتفاق جائز ہے اور شرعی نصوص میں واقع بھی ہوئی ہے۔ تاہم جمہور اور احناف کے درمیان تخصیص کے مفہوم اور طریقہ میں اختلاف ہے۔ جمہور علمائے اصول نے خاص کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: هو اخراج بعض ما تناوله الخطاب عنه(30) تخصیص سے مراد خطاب میں موجود بعض افراد کو الگ کر دینا ہے۔

خاص کی دلالت:

اہل حدیث کے ہاں خاص سے مراد دراصل عام کی تخصیص ہے۔ یعنی کسی عام لفظ کے بعض مشمولات کو جب اس سے الگ کر دیا جائے تو وہ خاص کہلائے گا۔ عام کا یہ مخصص عام کے ساتھ ملحق استثناء، شرط، وصف اور غایت کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور عام سے جدا مستقل کلام بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کی قرآن، حدیث صحیح خواہ متواتر یا آحاد اور اجماع سے تخصیص جائز ہے اسی طرح حدیث کی تخصیص بھی قرآن، حدیث صحیح، اور اجماع سے کی جاسکتی ہے۔ نیز اہل حدیث کے نزدیک قیاسِ صحیح سے بھی قرآن وسنت کے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے۔

مثال: خبرِ واحد سے قرآن کی تخصیص کی مثال ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احلت لنا ميتتان و دمان اما الميتتان فالجراد والحوت(31) دو مردار اور دو خون ہمارے لئے حلال ہیں، رہے مردار تو ٹڈی اور مچھلی ہیں۔ یہ

حدیث آیت قرآنی(حرمت علیکم المیتة)(32)مردار تمہارے لئے حرام ہے، میں موجود حرمتِ مردار کے عام حکم کی مخصص ہے۔

اجتہاد اور قیاسِ صحیح کے ذریعے بھی قرآن وسنت میں موجود عام ادلّہ کی تخصیص کی جاسکتی ہے: زانی مرد اور عورت کی سزا کے متعلق سورت نور آیت 2 میں عام حکم وارد ہوا ہے کہ دونوں میں سے ہر کسی کو سو سو کوڑے لگائے جائیں، ارشاد ہے: ((الزانی والزانیة کل واحد منهما مائة جلدةٌ)) پھر اس عام حکم سے لونڈیوں کے حکم کی تخصیص کردی گئی، چنانچہ سورت نساء آیت 25 میں ارشاد فرمایا: (فعلیهن نصف ما علی المحصنت من العذاب) اس آیت میں 'فعلیهن' کا صیغہ صرف لونڈیوں پر دلالت کرتا ہے جبکہ لونڈیوں پر غلاموں کو قیاس کرتے ہوئے اس مسئلے میں ان کے لئے بھی لونڈیوں والا حکم ہے۔ چنانچہ غلاموں کا حکم بذریعہ قیاس سورت نور کی آیت 2 سے خاص کرلیا گیا ہے۔

خاص کو عام پر ترجیح ہوگی خواہ خاص عام سے پہلے واقع ہوا ہو یا اس کے بعد۔ نیز عام کی تخصیص ہوجانے کے بعد بھی اس کے بقیہ افراد پر لفظ کی دلالت قائم رہتی ہے۔

مطلق:

مطلق اطلاق سے اسم مفعول ہے جس کے معنی 'چھوڑنا، الگ کرنا، اور بلا قید ہونا' کے ہیں۔ لغوی طور پر مطلق سے مراد وہ شے ہے جو مختلف قیود اور پابندیوں سے آزاد ہو۔(33) اصطلاح میں مطلق سے مراد ہے: ما ذکر باسمه ولم یذکر معه مایقیده من صفة او شرط او عدد او زمان او مکان وما یشبه ذلک لا اثباتا له ولا نفیا عنه(34) مطلق سے مراد وہ ہے جس کا نام مذکور ہو لیکن اسے مقید کرنے والی کوئی صفت، شرط، عدد، زمانہ، مکان یا اس جیسی کوئی اور قید موجود نہ ہو، اثبات میں نہ نفی میں۔

مطلق کی دلالت:

مطلق لفظ میں اطلاق کی دلالت اصل ہے لہٰذا اس کی بلا دلیل تقیید نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر تقیید کے لئے کوئی شرعی دلیل موجود ہو تو وہ مطلق سے مقدم ہے۔

مثال: قربانی کے متعلق بعض لوگوں کو یہ غلطی لگی کہ اس کا حکم قرآن مجید میں جہاں بھی وارد ہوا ہے وہاں حج اور حجاج کے ذکر کے ساتھ ہوا ہے لہٰذا قربانی کا حکم صرف حجاج کرام کے ساتھ مقید اور خاص ہے۔ مولانا صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ

نے اس تقیید کو دیگر قرائن کی بناپر نا قابل اعتبار قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: "قربانی کرنے کا مطلق حکم بھی دوسرے مقام پر موجود ہے، سورت کوثر آیت 2((فصل لربک و انحر)) اور اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔اس کی تبیین و تشریح (عملی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینے میں ہر سال 10 ذوالحج کو قربانی کرنے کی تاکید کرتے رہے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی قربانی کرتے رہے، علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی بابت جہاں دیگر بہت سی ہدایات دیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ 10 ذوالحج کو ہم سب سے پہلے (عید کی) نماز پڑھیں اور اس کے بعد جا کر جانور ذبح کریں فرمایا: جس نے عید کی نماز سے قبل اپنی قربانی کرلی، اس نے گوشت کھانے میں جلدی کی، اس کی قربانی نہیں ہوئی۔"(35) چنانچہ مطلق کو بلا دلیل مقید نہیں کیا جا سکتا اور دلیل کی صورت میں مقید، مطلق پر مقدم ہوگا۔

مقید:

مقید، تقیید سے اسم مفعول ہے، تقیید لغت میں 'پیر میں بیڑی ڈالنا، روکنا، باندھنا اور درج رجسٹر کرنا' کے معانی میں مستعمل ہے(36) اصولیوں کی اصطلاح میں مقید، مطلق کا مقابل ہے، مقید وہ لفظ ہے جو کسی معین فرد یا افراد کو بتائے یا غیر معین یا افراد کو کسی قید سے مقید کرے، مقید اپنی جنس میں عام نہیں ہوتا اور اپنی ماہیت پر بعض قیود کے ساتھ دلالت کرتا ہے مثلا رجل مسلم (مسلمان آدمی)۔ یہاں مطلق رجل پر مسلم کی قید ہے(37)

مقید کی دلالت:

مقید میں شارع کی جانب سے اضافی قیود ہوتی ہیں لہذا شارع کی ان قیود کو بلا دلیل نظرانداز کرنا درست نہیں ورنہ یہ اضافہ عبث متصور ہوگا اور شارع عبث سے منزہ ہے۔تاہم اگر ایسی کوئی دلیل موجود ہے جو مطلق پر عمل کو درست قرار دے تو مقید کی قید کو نظرانداز بھی کیا جا سکتا ہے۔

مثال: اسبالِ ازار یعنی چادر یا شلوار لٹکاتے ہوئے چلنے کی ممانعت اور وعید پر بعض احادیث مطلق وارد ہوی ہیں اور بعض دیگر احادیث میں اس وعید کو غرور و تکبر کے ساتھ ازار لٹکا کر چلنے والے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے ان مطلق احادیث کو مقید حکم والی احادیث پر محمول کر کے اس وعید کو غرور و تکبر قید سے مشروط کیا ہے۔مولانا عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں مطلق کو مقید پر مقدم کیا ہے اور اس کی دلیل میں سنن ابی داود کی حدیث پیش کی

ہے:وایاک واسبال الازار فانها من المخيلةاور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسبالِ ازار کو مخیلہ و تکبر قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اسبالِ ازار ہر حال میں ممنوع اور حرام ہے یعنی اسبالِ ازار کی حرمت کو غرور و تکبر کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں"۔(38)

منطوق صریح مفرد کے مذکورہ دلائل سے اہل حدیث کے طرز استدلال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ذکر کردہ تمام امثلہ اہل حدیث کے فتاوی سے اخذ کی گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث کا طرز استدلال نہایت واضح،آسان فہم اور جمہور کے اصولوں کے مطابق ہے۔ مطلق، مقید، عام اور خاص وغیرہ کی دلالات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہل حدیث نے ان اصطلاحات کو جمہور کے معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ جمہور اور برصغیر کے اہل حدیث کے اصول فقہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حوالہ جات و حواشی

(1) القرآن الکریم

(2) القاموس الوحید، مادہ: ص، ر، ح، ص:918

(3) المنجد، مادہ: ب، و، ن، ص:80

(4) تیسیر الاصول، ص:25

(5) اعراف:142

(6) المنجد، مادہ: ر، د، ف ص:286

(7) سیوطی، جلال الدین، المزہر فی علوم اللغۃ، ج:1، ص:402

(8) تیسیر الاصول، ص:27

(9) شمس الحق، عظیم آبادی، مولانا، فتاوی شمس الحق عظیم آبادی، مرتب: مولانا محمد عزیر شمس، ص:104۔ علمی اکیڈمی فاونڈیشن، کراچی۔1989

(10) القاموس الوحید، مادہ: ش، ر، ک، ص:470

(11) المزہر فی علوم اللغۃ، ج:1، ص:369

(12) تیسیرالاصول،ص:28

(13) حجیت حدیث،ص:31

(14) دوام حدیث،ص:129

(15) القاموس الجدید،مادہ:ح،ق،ق،ص:192

(16) تیسیرالاصول،ص:31

(17) شاہ الدراوی، شفیق الرحمٰن، پیرزادہ،اصولِ فقہ،ص:27،دارالمصنفین،لاہور،2020

(18) نساء:11

(19) فتاویٰ ثنائیہ، مرتب: مولانا داود راز، ج:2، ص:581، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، طبع دوم،1972

(20) فتاویٰ ثنائیہ،ج:2،ص:581-582

(21) فتاویٰ ثنائیہ،ج:2،ص:582

(22) تیسیرالاصول،ص:34

(23) مبشر احمد ربانی،مولانا،قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل۔ج:2،ص:726،دارالاندلس،لاہور

(24) نحل:74

(25) القاموس الوحید،مادہ:ع،م،ص:1129

(26) تیسیرالاصول،ص:37

(27) فتاویٰ نذیریہ،ج:1،ص:597ملخصا

(28) فتاویٰ علمائے حدیث،ج:7،ص:269

(29) ایضا،ج:7،ص:269

(30) صحیح بخاری میں اصولِ اجتہاد ص:625

(31) ابن ماجہ۔حدیث:3314

(32) مائدہ:3

(33) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، کتاب الطاء، مادہ: ط، ل، ق، ص:306

(34) تیسیر الاصول ص:42

(35) احسن البیان ص:924-925

(36) القاموس الجدید، مادہ:ق، ی، د، ص:778

(37) علمِ اصول فقہ-ایک تعارف، ج:2، ص:136

(38) قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل، ج:2، ص:770، ملخصا